رجسٹرڈ انگلشیہ نمبر ۱

شرح چندہ
سالانہ ...... ے
ششماہی ...... ہے
سہ ماہی ...... عاں

قیمت فی پرچہ ۲ر

فرخندہ بنیاد حیدرآباد دکن

ہفتہ وار

مملکت

ایڈیٹر
میر حسن الدین بی اے ال ال بی (عثمانیہ)

رجسٹرڈ آصفیہ نمبر ۸۱

شرح چندہ
سالانہ ...... ے
ششماہی ...... ہے
سہ ماہی ...... عاں

قیمت فی پرچہ ۲ر

جلد ۵ | ۲۵ امرداد ۱۳۵۴ف | ۱۹ رجب ۱۳۶۴ھ | ۳۰ جون ۱۹۴۵ء شنبہ | نمبر ۱۱

پائدار امن کے شرائط

معاہدہ ورسائی کی ناکامی کے اسباب

اب جبکہ اقوام متحدہ نے یورپ میں مکمل فتح حاصل کرلی ہے قدرتی طور پر دنیا کے ہر گوشہ میں لوگ اپنے آپ سے یہ سوال کر رہے ہیں کہ کیا اب جو شرائط صلح مرتب ہوں گے وہ ۱۹۱۹ء کے شرائط سے زیادہ مستحکم اور پائدار ہوں گے۔ ان لوگوں کی غلطی سے کیا سبق حاصل کیا جا سکتا ہے جو گزشتہ جنگ عظیم کے بعد دائمی امن قائم کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ ۱۹۱۹ء کے شرائط صلح کی ناکامی اور یورپ اور ایشیا میں قیام امن میں معاہدہ ورسائی کے ناکام رہنے سے کیا نتائج اخذ ہوتے ہیں۔

کہا جا سکتا ہے کہ معاہدہ ورسائی اس لئے ناکام رہا کہ اس پر عمل نہیں کیا گیا۔ اگر اس معاہدہ کی ہر دفعہ پر پوری طرح عمل کیا جاتا تو آج یہ دوسری جنگ چھڑنے نہ پاتی۔ [illegible] قیام امن کی کوششوں کی ناکامی سے ایک اہم سبق یہ حاصل ہوتا ہے کہ کوئی معاہدہ خواہ اس کے شرائط کتنے ہی مکمل ہوں موثر نہیں ہو سکتا اگر ان شرائط کو روبہ عمل نہ لایا جائے۔ معاہدہ ورسائی میں متعدد دفعات ایسی تھیں کہ اگر وہ بروئے کار آتیں تو جرمنی کو دوسری جنگ عظیم برپا کرنے کی ہمت نہ ہوتی۔

دوسرا سبق جو ایسا ہی اہم ہے کہ امن پر زور دینا ضروری ہے۔ ایک طویل اور خطرناک جنگ کے بعد انسان بالعموم سکون کا طالب ہوتا ہے اور جو لوگ آنے والے خطرات کا تذکرہ کرتے ہیں انہیں پسندیدہ نظروں سے نہیں دیکھا جاتا۔

اقوام متحدہ سکون پسند ہیں۔ جب کوئی خطرہ گزر جاتا ہے وہ یہ سننا پسند نہیں کرتیں کہ پھر کوئی خطرہ درپیش ہونے والا ہے۔ وہ زیادہ تر راحت پسند واقع ہوئی ہیں۔ ان کی توجہ بیرونی مسائل سے زیادہ گھریلو مسائل پر مرکوز رہتی ہے۔

ماضی کے تجربے سے ایک بنیادی سبق یہ حاصل ہوتا ہے کہ شرائط صلح مرتب کرنا بے سود ہے اگر ان شرائط پر آئندہ عمل نہیں ہونے والا ہے۔ دوم اس بات کو پیش نظر رکھنا چاہئے کہ ایک طویل جنگ کے بعد فوری امن کا قیام محال نہیں تو دشوار ضرور ہے۔ ۱۹۱۹ء میں شرائط صلح مرتب کرتے وقت دو طرح کے اثرات کار فرما تھے ایک طرف رائے عامہ ایک ایسا امن چاہتی تھی جو دوسری جنگ کا قلع قمع کر دے اور دوسری طرف رائے عامہ کا یہ بھی مطالبہ تھا کہ فوجیں جلد سے جلد برخاست کر دی جائیں۔ چنانچہ شرائط صلح نہایت عجلت کے ساتھ مرتب کئے گئے۔ اگر پیرس کانفرنس بجائے ۱۹۱۹ء کے ۱۹۲۱ء میں یہ شرائط مرتب کرتی تو یہ دیرپا امن کا قیام ممکن ہوتا۔

اس وقت امن بتدریج قائم ہوگا اور اقوام متحدہ کی فوجوں اور ان ممالک کے باشندوں پر زیادہ بار پڑے گا۔ گزشتہ صلح کانفرنس کے موقع پر متحدہ جماعتوں میں جو کچھ بھی اختلافات رہے ہوں ان میں کم از کم ایک بنیادی مقصد مشترک تھا۔ اور یہ مقصد "تحفظ" تھا۔ بالفاظ دیگر دوسری عالمگیر جنگ کا انسداد ان سب کے پیش نظر تھا۔ اس مقصد کی حد تک متحدین میں کوئی اختلاف نہ تھا۔ البتہ اختلاف اس امر کی نسبت تھا کہ یہ مقصد کن طریقوں سے حاصل کیا جائے۔ ایک گروہ حقیقت پسندوں کا تھا دوسرا خیال پرستوں کا۔ خیال پرستوں کی یہ رائے تھی کہ انسان فطرۃً امن پسند ہے اگر بے چینی کے اسباب رفع کر دیئے جائیں تو آئندہ جنگوں کا خاتمہ ہو جائے گا۔ مگر حقیقت پسند یہ خیال کرتے تھے کہ انسان ایک جنگجو حیوان ہے اور تشدد پر قابو رکھنے کے لئے قوت کا استعمال ناگزیر ہے۔ اگر یہ دونوں نظریات روبہ عمل لائے جاتے تو امن عالم کا استحکام یقینی ہو جاتا۔ مگر بدقسمتی سے ان دونوں نظریات میں ہم آہنگی پیدا کرنے کی کوشش کی گئی جس کا نتیجہ یہ مرتب ہوا کہ دیرپا امن قائم نہ ہو سکا۔ توقع ہے کہ اس دفعہ زیادہ دانشمندی سے کام لیا جائے گا اور امن عالم کے تحفظ کے لئے قوت کے استعمال کو ناگزیر قرار دیا جائے گا۔ کیونکہ ان دو نظریات میں ہم آہنگی پیدا کرنے کی کوشش نے منافقت کے لئے راستہ صاف کر دیا۔

بدقسمتی سے پیرس کانفرنس نے ایک اور چیز کو نظر انداز کر دیا تھا اور وہ خفیہ معاہدات تھے جو شرائط صلح کو روبہ عمل لانے میں حائل ہوتے رہے۔ صلح کاروں کی طرف سے ایک اور غلطی یہ ہوئی کہ وہ ایک ہی فارمولا کو تمام ممالک پر منطبق کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ اس کے علاوہ قیام امن قوت کے اصول کے ساتھ ساتھ حق خود ارادیت کے اصول کو بھی پیش کیا گیا۔

لہذا ایسا سمجھوتہ جس میں مختلف حالات کے لئے ایک ہی فارمولا کو منطبق کیا گیا ہو ایک عارضی سمجھوتہ ہوگا۔ دائمی سمجھوتہ کے لئے ضروری ہے کہ مختلف حالات کے لئے مختلف فارمولے منطبق کئے جائیں۔ اور قومیت و [illegible] ضروریات

بقیہ سلسلہ صفحہ (۱۰)

مملکت ہفتہ وار

جلد ۵	۲۵ امرداد ۱۳۵۹ف	نمبر ۱۱

انتظامات رسد پر ایک نظر

مرکزی مشاورتی انجمن کے اجلاس کی روداد جو گذشتہ ہفتہ شاہ منزل میں منعقد ہوا تھا جن امور کا انکشاف ہوا ان سے محکمہ رسد کے انتظامات پر کافی روشنی پڑتی ہے اور یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مسائل کا ہر پہلو محکمہ کے پیش نظر رہا ہے۔ مثال کے طور پر ہمیں پہلی مرتبہ اس واقعہ کا علم ہوا کہ اس وقت تک چار سو ملازمین کو جن میں تقریباً ایک سو بیس گزیٹیڈ عہدہ دار ہیں رشوت ستانی کے الزام میں سزا دی گئی۔ ان میں سے چالیس سے زائد اشخاص کو سپرد پولیس کیا گیا۔ اس کے علاوہ ایک خصوصی عدالت تشکیل دی جا رہی ہے جہاں آئندہ ایسے مقدمات پیش ہو کر بعجلت ممکنہ تصفیہ پائیں گے۔ نیز چالیس ہزار سالانہ کے صرفہ سے ایک موظف کیا جا رہا ہے جو سراغ رسانی کے فرائض انجام دے گا۔ اور یہ عملہ راست نائب ناظم تفتیش پولیس اضلاع کے تحت رہے گا۔ ہمیں توقع ہے کہ جس طرح مولوی رضی الدین صاحب نے بعض منزلوں کو مشاورتی مجلس میں ذکر فرمایا ہے

اسی طرح آئندہ سزاؤں کی تشہیر خاطیوں کے نام کے ساتھ اخبارات اور ریڈیو کے ذریعہ کی جائے گی۔

دوسری اہم چیز جو اس اجلاس میں مسٹر گپتا کے ذریعہ ظاہر ہوئی یہ تھی کہ غلہ کارپوریشن فی الواقعی نفع اندوزی نہیں کر رہا ہے جیسا کہ ساہوکار اور ان کے رفقائے کار ظاہر کرنا چاہتے ہیں۔ مسٹر گپتا کے بیان سے یہ بات ضرور ظاہر ہوئی کہ کارپوریشن کے اخراجات میں تخفیف کی گنجائش موجود ہے۔ ہمیں توقع ہے کہ ضروری تخفیف عمل میں لائی جائے گی تاکہ قیمتوں میں تخفیف کے امکانات پیدا ہو سکیں۔

ایک اور بات جو اجلاس کی روداد سے ظاہر ہوتی ہے یہ ہے کہ کارپوریشن نے سال آئندہ کے لئے جو کافی ذخائر جمع کر لئے ہیں جس کی وجہ سے ۱۳۵۹ف کے غذائی لائحہ عمل میں لیوی کی شرح میں تخفیف ممکن ہو گئی۔ یہ ایک خوش آئند علامت ہے اور اس امر کا ثبوت بھی کہ محکمہ رسد نے غذائی صورت حال پر اچھی طرح قابو پا لیا ہے

مسٹر عبدالقیوم خان جنگ ڈائرکٹر جنرل کارپوریشن کا یہ اعتراف کہ (۲۹) لاکھ پلوں کے منجملہ (۶۵) ہزار پلے اناج ضائع ہوا ایک ایسا اعتراف ہے جس پر ہم کارپوریشن کے عہدہ داروں کو مبارکباد نہیں دے سکتے۔ غلہ کی حفاظت اور حمل و نقل کے لئے کارپوریشن کو بہتر انتظامات عمل میں لانے چاہئیں تاکہ غلہ ضائع نہ ہونے پائے۔

مولوی مبین حسن صاحب ناظم سررشتہ امداد باہمی کا یہ بیان کہ (۵۰۹) تعلقات میں امداد باہمی کے ادارے قائم ہو چکے ہیں اور تقریباً سترہ سو مواضعات میں غلہ گوداموں کا قیام عمل میں آ چکا ہے بہت امید افزا ہے لیکن ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ غلہ گوداموں کے قیام کی رفتار کچھ سست معلوم ہوتی ہے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ جدید عملے کا تقرر ہنوز نہیں ہوا۔ اب جبکہ محکمہ کے حالیہ اشتہارات سے ظاہر ہوتا ہے کہ تقررات عنقریب عمل میں آئیں گے ہم سمجھتے ہیں کہ ناظم صاحب امداد باہمی اپنی پوری توجہ مواضعات کے غلہ گوداموں پر مرکوز کریں گے۔ ہم ناظم صاحب کو تنقیح حسابات کی اہم ذمہ داری کی جانب بطور خاص متوجہ کرنا چاہتے ہیں ان اداروں کی کامیابی مالی معاملات اور پبلک کے اعتماد پر منحصر ہے۔ اور ان ہر دو امور کو برقرار رکھنا شعبہ تنقیح حسابات کا فرض ہے۔

بارش کی جو اطلاعیں تا حال وصول ہوئی ہیں وہ امید افزا ہے اور ہمیں توقع ہے کہ مولوی رضی الدین صاحب اپنے پیشرو کے نقش قدم پر چل کر محکمہ رسد کی نیک نامی اور وقار میں اضافہ کریں۔

مذہبی تعلیم ۔ ایک بیجا اعتراض

ساتن دہرم سبھا بیگم بازار کے ایک جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے آنریبل مسٹر سید محمد اعظم صدر المہام تعلیمات نے فرمایا تھا کہ

مذہب و اخلاقیات کی تعلیم بالخصوص ضروری ہے۔ اور اب مغربی دنیا کے رجحانات بھی یہی ہیں۔ ماہرین تعلیم کو بھی یہی خیال ہے۔ مذہب و اخلاقیات کی تعلیم پر جو زور دیا جا رہا ہے وہ مناسب ہے۔ اب دیگر ممالک بھی آپ کے ہم نوا ہیں۔ نہ صرف ہندوستان بلکہ باہر کے ماہرین تعلیم کی زبانوں سے بھی یہی خیالات ظاہر کئے جا رہے ہیں۔ ....
جو چیز آپ کو (۲۵۰) برس سے حاصل ہے دنیا اس کی ضرورت اب محسوس کر رہی ہے۔

اس تقریر پر تبصرہ کرتے ہوئے معاصر مشیر دکن نے یہ اعتراض کیا ہے کہ:

"تعلیم مذہبی اور تعلیم اخلاقیات کا لزوم جملہ طبقات طلبہ و طالبات پر یکساں عائد نہیں کیا گیا بلکہ صرف ایک طبقہ کے لئے مذہبی تعلیم لازمی رکھی گئی اور باقی جملہ طبقات کے لئے اخلاقیات کی تعلیم لازمی قرار دی گئی۔ ہم یہ کہنے کے قابل نہیں ہیں کہ مذہبی تعلیم کے معاملہ میں ایسا امتیاز کیوں اتنے عرصے سے جائز رکھا گیا ہے"۔

مسلم طلبہ کے لئے دینیات اور ہندو طلبہ کے لئے اخلاقیات کو لازمی قرار دینے کی کیوں ضرورت لاحق ہوئی اس سے تعلیمی امور عامہ بخوبی واقف ہیں۔ جامعہ عثمانیہ کے قیام کے وقت ارباب مقتدر نے ملک کے سربرآوردہ ہندو اصحاب سے یہ خواہش کی تھی کہ وہ ہندو طلبہ کی مذہبی تعلیم کے لئے ایک ایسا نصاب مرتب کریں جو ہندوؤں کے جملہ فرقوں کے لئے قابل قبول ہو سکے مگر یہ حضرات کسی نصاب پر متفق نہ ہو سکے۔ ان حالات میں ارباب مقتدر نے سمجھا کہ ہندو طلبہ کے لئے اخلاقیات کو لازمی قرار دیا جائے۔ اگر ہندو طلبہ کی مذہبی تعلیم کے لئے کوئی متفقہ نصاب پیش ہو جاتا تو اس امتیاز کی ضرورت لاحق نہ ہوتی۔ اس واقعہ سے معاصر مشیر دکن کے اداریہ نگار بے خبر نہیں ہیں۔ معاصر موصوف کی اس ظاہری بے خبری پر ممکن ہے اوروں کو حیرت ہوئی ہو مگر ہمیں مطلق حیرت نہیں ہوئی۔ اس سلسلہ میں ہم ایک اور واقعہ کا تذکرہ ضروری سمجھتے ہیں۔ قارئین کو یاد ہوگا کہ

میں ہندو مسلم مفاہمت کے ذریعہ ایک متحدہ محاذ قائم کرنے کی غرض سے ایک کمیٹی تشکیل دی گئی تھی جو نواب بہادر یار جنگ بہادر مرحوم، پنڈت نرسنگ راؤ، مولوی میر اکبر علی خان صاحب بیرسٹر اور پنڈت رام چندر راؤ پر مشتمل تھی۔ اس کمیٹی میں جو امور طے ہوئے ان میں ہندو ارکان نے ہندو طلبہ کی مذہبی تعلیم کا مطالبہ کیا تھا۔ مسلم ارکان نے اس مطالبہ کی تائید کرتے ہوئے کہا تھا کہ اگر ہندو رعایا کوئی ایسا نصاب پیش کریں جو ہندوؤں کے سب فرقوں کے لئے قابل قبول ہو سکے تو وہ اس کی ضرور تائید کریں گے۔ مگر ایسا کوئی متفقہ نصاب تا مرتب پیش نہیں ہوا۔ اس کے باوجود معاصر موصوف یہ دریافت کرتا ہے کہ ایسا امتیاز اتنے عرصے سے کیوں جاری رکھا گیا۔ محض سیاسی [illegible] سے اہل [illegible] کو کوتاہیوں کی ذمہ داری کو دوسروں پر عائد کرنے کی کوشش ہے۔ معاصر موصوف نے اس اداریہ میں یہ بھی مطالبہ کیا ہے کہ اس [illegible] کو جلد از جلد دور کیا جائے۔ مگر یہ نہیں بتایا کہ یہ دو [illegible] کس طرح دور کی جا سکتی ہے۔ اگر معاصر موصوف کوئی قابل عمل تجویز پیش کرے تو ہم ضرور اس کی تائید کریں گے

شملہ کانفرنس

پنجاب کی نمائندگی

شملہ ۲۰ جون۔ کانفرنس میں آنریبل ملک خضر حیات خان یونینسٹ مسلمان کی نمائندگی کر رہے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ یونینسٹ مسلمان کانفرنس کی کامیابی کی صورت میں مرکز میں پنجاب کے ایک نمائندہ مسلم کے بارے میں مسلم لیگ سے کوئی سمجھوتہ کر لینا چاہتے ہیں جیسا کہ پہلے اطلاع دی جا چکی ہے یونینسٹوں کی خواہش یہ ہے کہ کونسل میں ان کا بھی کم از کم ایک نمائندہ ہو۔ لیکن اب وہ اس پر مصر نہیں بلکہ وہ اس بات پر راضی ہو گئے ہیں کہ وہ کسی ایک ایسے شخص کو بھی قبول کر لیں گے جس کا مرکزی طور پر نہ ہی لیگ سے اور نہ ہی یونینسٹ پارٹی سے تعلق ہو اور اس سلسلہ میں یاد کیا جاتا ہے کہ انہیں ایک ایسا شخص بھی مل گیا ہے اور اب یونینسٹ قائد اعظم محمد علی جناح سے ان کی اس خواہش کو قبول کروانے کی کوشش کر رہے ہیں لیکن مسٹر جناح اس تجویز پر غور کرنے سے بالکلیہ طور پر انکار کر رہے ہیں۔

(اورینٹ پریس)

کاشتکاروں کی فلاح وبہبود کا واحد ذریعہ

مولوی جمیل حسن صاحب ناظم سررشتہ امداد باہمی کی تقریر

مرکزی مشاورتی مجلس اغذیہ کے حالیہ اجلاس میں جو ۱۹ امرداد ۱۳۵۴ ف کو شاہ منزل میں منعقد ہوا تھا۔ مولوی جمیل حسن صاحب نے امداد باہمی کی سرگرمیوں پر روشنی ڈالتے ہوئے حسب ذیل تقریر کی:۔

تقریباً دس ماہ ہوئے مرکزی مشاورتی مجلس اغذیہ نے یہ رائے دی تھی کہ سرکار کی غذائی پالیسی کو امداد باہمی کے اصول پر ڈھالنے کی کوشش کی جائے اور منجانب حیدرآباد کمرشیل کارپوریشن جو لوکل یونٹ قائم ہیں ان کو بتدریج انجمن ہائے امداد باہمی کے تفویض کیا جائے۔ سرکار عالی نے اس مشورہ کو منظور فرماتے ہوئے اوائل آذر میں سررشتہ امداد باہمی کو حکم دیا کہ جلد از جلد ایسے ادارے قائم کئے جائیں جو لوکل یونٹ اور خریدی اجناس کے کاروبار کو خوبی کے ساتھ انجام دے سکیں۔ چنانچہ اس وقت سے سررشتہ امداد باہمی نے لوکل یونٹ کے انتظامات کی کوشش شروع کر دی۔ اواخر ماہ بہمن تک یہ تصفیہ ہوا کہ ابتدائی طور پر انجمن ہائے امداد باہمی کے ذمہ صرف پچاس لوکل یونٹوں کا کام کیا جائے اور ماہ اسفندار سے انجمن اس کام میں مصروف ہو گئیں۔ مجھے اس کا اظہار کرنے میں مسرت ہے کہ پبلک نے امداد باہمی کے لوکل یونٹوں کے کام کو قابل اطمینان پایا اور تقریباً ہر ضلع سے اس کی خواہش کی گئی کہ امداد باہمی کے لوکل یونٹوں کی تعداد بڑھائی جائے لیکن سررشتہ کی جانب سے نگرانی کرنے والا عملہ کافی تعداد میں موجود نہ تھا اور ایسے کام کی ذمہ داری لینا جس کے انتظامات خاطر خواہ طور پر نہ کئے جا سکیں مصلحت کے خلاف تھا اس لئے اس بڑھتے ہوئے رجحان کی ہمت افزائی نہ کی گئی۔ پھر بھی امداد باہمی کے لوکل یونٹ کی تعداد (۵۰) تک پہنچ گئی۔

چونکہ سررشتہ میں تجارتی کاروبار کرنے والے ادارے بہت کم تھے اس لئے کوشش کی گئی کہ جلد از جلد ایسی انجمنیں قائم کی جائیں جو زرعی پیداوار کی تجارت کے ساتھ ساتھ اضافہ پیداوار کے لئے کاشتکاروں کی ضروریات مثلاً تخم، کھاد، و آلات زراعت کی فراہمی کا انتظام کر سکیں۔ عام طور پر تمام ساکنین سے سستے کم سے کم نرخ پر اشیاء ضروریہ فراہم کر سکیں۔ صناعوں کے لئے اشیاء خام فراہم کر کے ان کے تیار شدہ مال کو اچھے داموں پر فروخت کرنے کا انتظام کریں۔ مختصر یہ کہ دیہاتی آبادی کی ہر جہتی اصلاح و ترقی میں معاون ہوں۔ ان مختلف المقاصد انجمنوں کو مجموعی جمعیت ہائے اتحادی یا متحدہ یونٹوں کے نام سے موسوم کیا گیا اور ہر تعلقہ میں ایک ایسی انجمن کے قیام کی کوشش کی گئی جو پورے تعلقہ کی معاشی اور سماجی زندگی پر حاوی ہو۔ چونکہ ایک مرکز سے ان تمام امور کی دیکھ بھال مشکل تھی اس لئے یہ لازمی قرار دیا گیا کہ ان یونٹوں کی ایک ایک شاخ پندرہ بیس بیس مواضعات میں قائم کی جائے۔ ہر یونین کا مجوزہ سرمایہ دو لاکھ قرار دیا گیا یعنی کل پانچ لاکھ بھی ہے شرکت کے لئے کوئی قید نہیں ہے۔ ہر شخص جو دس روپیہ کا حصہ خرید سکے حصہ دار بن سکتا ہے خواہ وہ زراعت پیشہ ہو یا تاجر صناعت ہو یا پیشہ ور۔ چونکہ انجمن کا دائرہ پورے تعلقہ پر پھیلا ہوا ہے اور اراکین کی تعداد بہت زیادہ ہونے کی توقع تھی اس لئے کسی ایسی مجلس عام کا قیام کہ جس میں سب حصہ دار شریک ہو سکیں ممکن نہ تھا۔ ان سب سے یونین کی مجلس عام کی حیثیت سے [illegible] نمائندے مقرر کیا گیا اور اس وجہ سے لازم ہوا کہ پہلے نمائندین قائم کی جائیں۔ اس کام کی انجام دہی کے لئے یونین کی ایک عارضی مجلس انتظامی بنائی گئی جو زیادہ سے زیادہ چھ ماہ تک ابتدائی عمل انجام دینے کے بعد خود بخود ختم ہو جائے گی اور اصل مجلس وجود میں آ جائے گی۔ ان انتظامات کو بہت سرعت کے ساتھ عمل میں لانے کی جد وجہد جاری ہے۔ چنانچہ اس وقت تک (۲۰) تعلقوں [illegible] (۱۹) تعلقوں میں جمعیت ہائے اتحادی قائم ہو چکی ہیں۔ اراکین کی تعداد تقریباً سو لاکھ ہے اور سرمایہ منظورہ تقریباً دو کروڑ میں سے پانچ لاکھ نقد وصول ہو چکا ہے۔

[illegible] یونینیں [illegible] سررشتہ [illegible] کی جانب سے نہ صرف لوکل یونٹ کا کام انجام دے رہی ہیں بلکہ خریدی اجناس کا کام بھی ان کے ذمہ ہے (۱۱۹) مرکزی [illegible] انجمنیں اور ان کی شاخیں کمرشیل کارپوریشن کے ایجنٹ کی حیثیت سے خریدی کا کام کر رہی ہیں۔ ضلع نلگنڈہ میں [illegible] کی [illegible] و دیگر [illegible] کی خریدی کا کام بھی جمعیت ہائے تعلقہ کے ذمہ کیا گیا ہے اور اس پر ان کو [illegible] فی پلہ [illegible] کا منافع حاصل کرنے کا حق دیا گیا ہے۔

محکمہ [illegible] امداد باہمی کے اداروں کی جس طور پر [illegible] محتاج بیان نہیں ہے

بقیہ سلسلہ صفحہ ۹

امریکی سرمایہ اور ہندوستان

کارخانہ داروں کے رجحانات

بین الاقوامی تجارت نے تاریخ میں مختلف راستے اختیار کئے ہیں۔ ایک زمانہ میں اس تجارت کے ذریعہ مختلف ممالک فتح کئے گئے۔ اس کے ذریعہ تبلیغی سرگرمیاں جاری رہیں۔ یہ چیزیں اس صدی میں بھی پائی جاتی ہیں۔ ان ممالک نے جو معاشی اعتبار سے ترقی یافتہ تھے غیر ترقی یافتہ ممالک سے ربط قائم کیا اور اپنا فاضل سرمایہ غیر یافتہ ممالک میں لگایا جہاں مزدور سستے اور منافع زیادہ تھا۔ صنعتی ملک گیری کی ابتدا یہی ہے۔ غیر ترقی یافتہ ممالک بدیسی اشیاء کی درآمد روک سکتے تھے لیکن بدیسی سرمایہ کو روکنا ممکن نہ تھا۔ ہندوستان میں بیسویں صدی کا ابتدائی عہد اس واقعہ کی تائید کرتا ہے۔

اب ان سرمایہ داروں کی سرگرمیوں کے ایک تیسرے دور سے دوچار ہونا پڑ رہا ہے۔ اس میدان میں امریکہ پیش پیش ہے۔ اس کی وجہ غیر ترقی یافتہ ممالک کی معاشی پستی اور امریکہ میں فاضل سرمایہ ہے۔ ملک کی معاشی زندگی میں امریکی سرمایہ جس طرح داخل ہو رہا ہے اس کو ہم محسوس نہیں کر رہے ہیں۔ ہمیں یہ باور کرایا جا رہا ہے کہ ہندوستان کا مفاد ہندوستانی سرمایہ داروں کی ترقی سے وابستہ ہے اور ہندوستانی سرمایہ دار برطانیہ کے مقابلہ میں امریکی سرمایہ داروں کی طرف جھک رہے ہیں۔

سنہ ۴۳ء میں ہندوستان میں لاکھوں آدمی مر گئے مگر اب سنہ ۴۵ء میں متعدد امدادی ادارے وجود میں آ گئے۔ مسٹر جے ای ریہوڈس جو فلاڈلفیا کے ایک بڑے کارخانہ دار ہیں ہندوستان کے لئے امریکی امداد کے ایک ادارہ کے صدر ہیں اور اس غرض کے لئے دو پچاس لاکھ روپیہ فراہم کر رہے ہیں۔ انھوں نے بیان کیا ہے کہ "اس وقت امداد فراہم کرنے سے جبکہ ہزارہا امریکی سپاہی ہندوستان کی سرزمین پر موجود ہیں ہندوستان سے تعلقات مستحکم ہو جائیں گے" ظاہر ہیں کاروباری تعلقات ہیں۔ مسٹر رہوڈس کے ایک رفیق کار مسٹر جیلس ہیں جو پریسیڈنٹ روزویلٹ کے شخصی نمائندے تھے۔ مسٹر جیلس جب ہندوستان آئے تھے انھوں نے یہاں کے سرمایہ داروں سے ربط قائم کیا تھا۔

اس میدان میں تنہا مسٹر رہوڈس نہیں ہیں۔ ان کے ساتھ ڈاکٹر ڈیوس بھی ہیں۔ یہ صاحب ابھی حال میں ہندوستان آئے تھے اور گاندھی جی سے ملاقات بھی کی تھی۔ امریکہ واپس جانے کے بعد انھوں نے اعلان کیا کہ انہیں گاندھی جی کی تعلیمی اسکیم بہت پسند آئی۔ یہ بیان صرف ہندوستانیوں کو خوش کرنے کے لئے تھا۔ انھوں نے اپنے اس خیال کو ظاہر کیا کہ ہندوستان میں امراض، اموات اور افلاس کا سبب موجودہ جنگ ہے اس لئے امریکہ کو چاہئے کہ ہندوستان کی مدد کرے۔ گویا پچھلے سال پہلے ہندوستان میں یہ چیزیں موجود نہ تھیں اور معاشی استحصال کو ہندوستان کی زبوں حالی سے کوئی تعلق نہیں۔ ان کے علاوہ مسٹر روک بیاشن بھی ہندوستان کے لئے امداد فراہم کرنے کی سرگرم کوشش کر رہے ہیں۔ ہندوستان کی امداد کے لئے خواتین کا بھی ایک ادارہ قائم ہو رہا ہے۔

ہمیں ان سارے نیک جذبات کا مشکور ہونا چاہئے۔ کارخانہ دار انفرادی طور پر بہت اچھے لوگ ہوتے ہیں لیکن جب وہ اجتماعی طور پر کسی کار خیر کے لئے قدم اٹھاتے ہیں تو ہمیں ہوشیار اور چوکس رہنا چاہئے۔ پہلی چیز غور طلب یہ ہے کہ خیرات سے کسی ملک کی معاشی زبوں حالی دور نہیں ہو سکتی۔ دوسرے یہ کہ بین الاقوامی صورت حال کی اس نوبت پر امریکہ کی فیاضی ایک خاص مقصد رکھتی ہے یعنی یہ کہ ہندوستانیوں کو اپنی طرف کھینچا جائے اور ہمارے کارخانہ دار جن کے وسائل امریکی سرمایہ داروں کی طرح وسیع نہیں ہیں امریکہ کی طرف جھک سکتے ہیں اور ہندوستانی سرمایہ دار اس وقت بھی وہی کریں گے جو انھوں نے پہلی عالم گیر جنگ کے بعد کیا تھا یعنی معاشی استحصال کی خاطر وہ برطانوی سامراجیوں کے شریک کار بن گئے تھے۔ اب جبکہ ہندوستانی سرمایہ دار یہ دیکھ رہے ہیں کہ امریکہ کی طرف جھکنا منفعت بخش ہے پس وہ اس غرض کی تکمیل کے لئے قدم اٹھا رہے ہیں۔

یہ محض قیاس آرائی نہیں ہے۔ اگر ہمارا حافظہ غلطی نہیں کر رہا ہے تو ہمیں یاد پڑتا ہے کہ مسٹر شراف نے امریکی کارخانہ داروں کو اس امر کی دعوت دی تھی کہ وہ اپنا سرمایہ ہندوستان میں لگائیں۔ انھوں نے واضح طور پر اپنا خیال ظاہر کیا تھا اور صاف طور پر کہا تھا کہ ہندوستان میں مزدور بہت سستے ہیں اور امریکی سرمایہ داروں کو یقین رکھنا چاہئے کہ منافع بہت کافی ملے گا۔ والچند کرزا کا اتحاد ہماری آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہے۔ ہمارے سرمایہ داروں کا یہ مسلسل مطالبہ کہ اسٹرلنگ کو ڈالر میں تبدیل کیا جائے یہی ظاہر کرتا ہے کہ ہندوستان کے سرمایہ دار امریکہ سے نئے تجارتی تعلقات قائم کرنے کے لئے کس قدر بے چین ہیں۔ امریکہ کے بعض نمائندوں نے ہندوستان میں اس بات کو تسلیم کیا ہے۔ امریکہ کے جرائد نے بمبئی پلان پر تبصرہ کیا اور جنیوا پلان کو نظر انداز کر دیا۔ امریکہ نے پیپلز پلان کو اسی طرح طاق نسیان میں رکھ دیا جس طرح کہ ہندوستان کے ان قومی جرائد نے کیا تھا جو ہندوستانی سرمایہ داروں کی ملک ہیں یا ان کی نگرانی میں چل رہے ہیں۔ ہندوستانی کارخانہ داروں کا وفد جو انگلستان روانہ ہو رہا ہے امریکہ بھی جائے گا۔ ہر کارخانہ دار اپنے ساتھ ان اشیاء کی طویل فہرست لے گیا ہے جن سے متعلق امریکہ سے تجارتی تعلقات قائم کئے جا سکتے ہیں۔

بین الاقوامی تجارت کوئی بری چیز نہیں۔ یہ بات اب سب پر واضح ہو چکی ہے کہ قدیم وضع کی سرمایہ داری کی توسیع و وسعت کے امکانات اب ختم ہو چکے۔ موجودہ جنگ نے بجز امریکہ کے کسی اور ملک میں فاضل سرمایہ نہیں چھوڑا۔ حیرت ہے کہ اس جنگ سے ہندوستانی سرمایہ داروں کے ہاتھ میں بھی کافی سرمایہ آ گیا۔ ان سرمایہ داروں نے اپنے اہل وطن کے فاقوں سے فائدہ اٹھا کر خوب دولت کمائی۔ اب ہندوستانی سرمایہ دار امریکی سرمایہ داروں سے اشتراک عمل سے معاشی استحصال کے منصوبے باندھ رہے ہیں۔ اس طرح امریکہ سامراجیت کے ایک نئے دور میں داخل ہو رہا ہے جس کو بجز واقف کاروں کے دوسرے لوگ بمشکل محسوس کر سکتے ہیں۔ امریکی باشندے ہماری قومی تمناؤں کو خوب سمجھیں گے اور یہ دیکھنا چاہیں گے کہ اقتدار ہندوستان کے اونچے طبقوں کے ہاتھ میں منتقل ہو جائے۔

سنہ ۱۹۳۵ء میں امریکہ (۹) کروڑ سے زیادہ مالیت کی اشیاء ہندوستان میں فروخت نہیں کیا۔ مگر آج دس سال کے بعد امریکہ ہندوستان میں خیراتی اغراض کے لئے ایک کروڑ روپیہ صرف کر رہا ہے۔ امریکہ ایک منفعت بخش کاروبار شروع کرنے سے پہلے کچھ خیراتی کام بھی کر رہا ہے۔ اور ہندوستان کے باشندے جذباتی واقع ہونے کی وجہ سے اس بظاہر دوستانہ اقدام کا شکار ہو سکتے ہیں جو در حقیقت ایک جدید سامراجیت کا پیش خیمہ ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ امریکہ کی مادی اور فنی امداد سے ہندوستان اس پوزیشن میں آ جائے گا کہ وہ اپنے وسائل کو دولت میں تبدیل کرنے کی رفتار تیز کر سکے گا۔

انت گیری میں صحت گاہ دق کا قیام

بیس لاکھ روپے کے اخراجات کا تخمینہ

کہلانے والے امراض میں غالباً دق بدترین قسم کا مرض ہے۔ اس کی سب سے زیادہ پریشان کن خصوصیت یہ ہے کہ اس کے تخریبی اثرات مریض تک ہی محدود نہیں رہتے بلکہ بعض صورتوں میں یہ مرض اولاد میں بھی منتقل ہوجاتا ہے اور اس طرح اس کی نوعیت موروثی ہوجاتی ہے۔

کہا جاتا ہے کہ حفظ ماتقدم علاج سے بہتر ہے جاہل عوام جن کا معیار زندگی ادنیٰ ہوتا ہے اور جنہیں صحت کے عام اصولوں سے متعلق بہترین معلومات بھی حاصل نہیں ہوتیں اس مقولہ کی صداقت کو تقریباً پوری طرح نظر انداز کردیتے ہیں۔ اس طرح اکثر صورتوں میں حفظ ماتقدم نہیں بلکہ علاج کے سوا کوئی دوسرا چارہ کار نہیں ہوتا۔ اس صورت حال کے پیش نظر حکومت سرکار عالی نے اس مرض کے علاج کا باقاعدہ انتظام کرکے اس وبا کا قلع قمع کرنے کے لئے ایک منظم مہم شروع کردی ہے۔

محکمۂ طبابت کے تخمینوں کے مطابق ممالک محروسہ میں دق میں مبتلا رہنے والوں کی مجموعی تعداد سالانہ (۳۰) ہزار سے زائد ہے۔ اگرچہ دق کے مریضوں کے علاج کے لئے شفاخانہ جات عثمانیہ و ونگلم پلی اور پوروہ کلینک میں انتظامات موجود ہیں تاہم اس مرض میں مبتلا اشخاص کی تعداد کو ملحوظ رکھتے ہوئے انہیں کافی نہیں سمجھا جاسکتا۔ معلوم ہوا ہے کہ تقریباً (۳۵۰) زائد مریضوں کے علاج سے متعلق تجاویز کو عملی صورت دی جارہی ہے۔ ان میں سے دو سو کی رہائش کا انتظام اس شفاخانہ دق کیا جائے گا جو قطب اللہ پور میں قائم کیا جانے والا ہے اور ڈیڑھ سو مریضوں کو صحت گاہ انت گیری میں رکھا جائے گا۔ اس صحت گاہ کی تعمیر قریب الختم ہے اور عنقریب اس میں مریضوں کا داخلہ شروع ہوجائے گا۔

حکومت کی ذمہ داری۔

صحت عامہ کی حفاظت قومی تعمیر کے اہم ترین پہلوؤں میں سے ایک پہلو ہے۔ ملک کی عام ترقی کا دارومدار بڑی حد تک اس کی معاشی خوش حالی پر ہوتا ہے اور کسی قوم کی معاشی خوشحالی بنیادی طور پر اس کے افراد کے معیار صحت پر مبنی ہوتی ہے۔ اسی لئے وہی حکومت روشن خیال ہوتی ہے جو اپنی رعایا کی صحت کی اصلاح اور حفاظت کی ذمہ داری کو قبول کرے۔ حکومت حیدرآباد اس معاملہ میں اپنی ذمہ داری کو پوری طرح محسوس کرتی ہے۔ اس کا ثبوت اس واقعہ سے ملتا ہے کہ گزشتہ چند سالوں میں ریاست کے محکمۂ طبابت و صحت عامہ کے لئے موازنہ میں مختص کردہ رقوم میں معتدبہ اضافہ ہوتا رہا ہے۔ اس سال اس محکمہ کے لئے (۵۳) لاکھ (۹۲) ہزار روپیہ کی معقول رقم فراہم کی گئی ہے۔

اعلیٰ درجہ کی صحت گاہ دق کی ضرورت

دق کے مریضوں کے علاج سے متعلق موجودہ انتظامات کے باوجود شہری علاقوں کے گرد و غبار اور شور و غل سے دور صحت بخش ماحول میں ایک اعلیٰ درجہ کی صحت گاہ کی ضرورت محسوس کی جاتی رہی ہے۔ اس غرض کے لئے وقارآباد ریلوے اسٹیشن سے ساڑھے تین میل اور دارالسلطنت سے تقریباً (۵۰) میل کے فاصلہ پر انت گیری کی پہاڑی موزوں ترین مقام ہے۔ یہ پہاڑی سطح سمندر سے اوسطاً ۲۲۷۵ فٹ بلند ہے۔ تقریباً دو سال پہلے ہز ہائی نس شہزادہ برار نے اپنے دست مبارک سے صحت گاہ انت گیری کا سنگ بنیاد رکھا تھا۔

موزوں ترین مقام

اس صحت گاہ کا رقبہ تقریباً ساڑھے چار سو ایکڑ ہے اور صرف عمارات کا سلسلہ (۱۰۷) ایکڑ پر پھیلا ہوا ہے۔ اس صحت گاہ میں چالیس چالیس بستروں کے تین عام وارڈ ہوں گے اور اخراجات برداشت کرنے والے مریضوں کے لئے ایک بستر والے آٹھ، دو بستر والے پانچ اور چار بستر والے چار وارڈ مختص کئے جائیں گے۔ اس طرح صحت گاہ میں جملہ (۱۵۲) منتخبہ مریضوں کے لئے گنجائش ہوگی۔ نیز صحت گاہ کے عملہ کے لئے علیحدہ قیام گاہیں ہوں گی۔ مریضوں کے مختلف کمروں کا نقشہ اس طرح بنایا گیا ہے کہ ان میں کافی روشنی اور ہوا کا گذر ہوسکے اور مریضوں کو زیادہ سے زیادہ آرام مل سکے۔ یہ صحت گاہ جو برقی علاج اور جراحی کے جدید قسم کے آلات سے لیس ہوگی مریضوں کے لئے موزوں ترین مقام ہے جہاں انہیں وہ پرسکون پہاڑی ماحول میسر آسکے گا جو دق کے علاج کے لئے نہایت ضروری ہے۔ اس کے علاوہ اس تک آسانی کے ساتھ رسائی ہوسکنے کی وجہ سے یہ مقام مریضوں کے رشتہ داروں کے لئے بھی سہولت بخش ثابت ہوگا۔ جیسا کہ ہز ہائی نس شہزادہ برار نے صحت گاہ کا سنگ بنیاد نصب فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا۔ "یہ امر عام اطمینان کا باعث ہے کہ مستقر حیدرآباد کے قریب ایک موزوں مقام کا انتخاب عمل میں آیا ہے اور جدید اصولوں پر صحت گاہ قائم کی جارہی ہے۔" شفایاب مریضوں کی "حفظ مابعد" [illegible] ریاست کے سلسلہ میں ایک نو آبادی کے قیام بھی زیر غور ہے

مالیاتی پہلو

اس پوری اسکیم پر (۲۰) لاکھ (۸۰) ہزار روپے کے صرفہ کا تخمینہ کیا گیا ہے جس میں عمارتوں کی تعمیر، آبرسانی، فرنیچر اور برقانے کے کام کے اخراجات بھی شامل ہیں۔ اس رقم سے (۱۰) لاکھ روپے بعض عمارتوں کی تعمیر اور آبرسانی اور فرنیچر کے ابتدائی مدات پر خرچ کئے جاچکے ہیں۔ [illegible] اخراجات کا اندازہ ایک (۳۰) ہزار روپے کیا گیا ہے اور غیر متوالی اخراجات ایک لاکھ (۳۷) ہزار روپے ہوں گے۔ امید کی جاتی ہے کہ چھ مہینے کے اندر اندر صحت گاہ کا افتتاح ہوجائے گا۔

کانگریس اور لیگ میں اہم اختلاف

شملہ ۲۶ جون۔ باور کیا جاتا ہے کہ آج سرکاری اعلان میں جن ابتدائی منصوبوں کا تذکرہ کیا گیا ہے وہ زیادہ تر جدید اگزیکیٹیو کونسل کے سامنے آنے والے سب سے بڑے مسائل کے متعلق وائسرائے کی تشریح اور ہندو مسلمانوں کے مابین مساویانہ نمائندگی کے سوال سے متعلق ہیں۔ خیال کیا جاتا ہے کہ وائسرائے کے اقتصادی منصوبوں کے سوال پر بھی بحث ہوئی لیکن تاحال کوئی قطعی فیصلہ نہیں ہوا۔

لیگی آراء ہوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آئندہ مجوزہ کانفرنس کے دوسرے اجلاس تک جو وقت دیا گیا ہے اس کو اگزیکیٹیو کونسل کی مجموعی قوت کے متعلق مندرجہ ذیل میں ایک سمجھوتے کے امکانات دریافت کرنے میں گذارا جائے گا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ کئی ایسے مسائل ہیں جن پر سمجھوتہ کی کوشش کی جائے گی۔ پہلا مسئلہ کونسل کی جملہ تعداد دوسرا مسئلہ اس کونسل میں کانگریس لیگ اور دیگر اقلیتوں کو اس طرح نمائندگی دینے سے متعلق ہے کہ مجموعی حیثیت سے ہندوؤں اور مسلمانوں کی مساویانہ نمائندگی کے اصول کی تکمیل ہو۔

موجودہ صورت حال یہ ہے کہ مسلم لیگ نے مطالبہ کیا ہے کہ جدید اگزیکیٹیو کونسل کے تمام مسلم اراکین کا انتخاب بلا شرکت غیرے مسلم لیگ ہی کرے گی۔ اس کے برعکس کانگریس نے واضح طور پر یہ بات واضح کردی ہے کہ وہ اپنی قومی حیثیت سے دستبردار ہوکر اپنے آپ کو خالص ہندو ادارہ میں تبدیل کرنے پر آمادہ نہیں۔ کانگریس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا بھی مطالبہ کیا ہے کہ اگر کونسل میں مسلم اراکین کی جملہ تعداد پانچ ہو تو کانگریس کو ان میں سے دو کو خود منتخب کرے گی۔ آخری سمجھوتہ کا انتظار ہے۔

سیاسی نمک پارے

از

کشاف

بلا تنقید

ویول پیش کش ہمارے لئے ایک سنہری موقع ہے۔ لیکن اگر ہم نے اپنے ملک کے سیاسی اختلافات دور نہ کیئے تو ویول پیش کش ہمارے لئے دھوکے کی ٹٹی بھی ثابت ہو سکتی ہے۔ اگر شملہ کانفرنس کے ختم ہونے سے پہلے گاندھی جی اور جناح متحد نہ ہوئے تو نتیجہ خراب ہوگا۔ وائسرائے ایسے طریقے اختیار کرے گا کہ کانفرنس ایک عرصہ دراز تک جاری رہے حتیٰ کہ برطانیہ میں انتخابات کا نتیجہ شائع ہو جائے۔ (پی سی جوشی)

اور کیبنٹ یا نہ کیجئے مولوی ابوالحسن سید علی صاحب اپنے اسٹاف کے ساتھ شملہ تشریف لے گئے۔ رہا یہ سوال کہ شملہ میں کسی سے ملاقات بھی کی یا یونہی سڑکوں پر گھوم پھر کر واپس آگئے ایک غیر متعلق سوال ہے۔

موجودہ جنگ نے اچھی طرح ثابت کر کے بتلا دیا ہے کہ بالخصوص معاشی حیثیت سے برطانوی ہند اور ہندوستانی (ریاستوں) کا کوئی امتیاز ممکن نہیں بلکہ ہندوستان ایک ہے۔ (رہبیت)

موجودہ جنگ نے یہ بھی ثابت کر کے بتلا دیا کہ ہر اعتبار سے دنیا ایک اور گول ہے۔

پنڈت جواہر لال نہرو نے بمبئی میں ایک پریس کانفرنس کو مخاطب کیا اور کمیونسٹوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ:-

"بنیادی طور پر کمیونسٹوں کی پالیسی اس ملک ہندوستان کے نقطۂ نظر سے نہیں بلکہ روس کی خارجی پالیسی کے نقطۂ نظر سے ہوتی ہے۔"

یہ اعتراض ہماری آندھرا کمیونسٹ پارٹی پر نہیں ہو سکتا کیونکہ آندھرا کے کمیونسٹ اپنے جلسوں میں روسی لیڈروں کے ساتھ ساتھ آندھرا کے لیڈروں کی بھی نمائش کرتے ہیں۔

بمبئی کی ایک پریس کانفرنس میں جب ایک صحیفہ نگار نے پنڈت جواہر لال نہرو سے چور بازار کے متعلق ان کی رائے دریافت کی تو پنڈت جی نے کہا کہ:-

"یہ ایک افسوسناک بات ہے جس سے ہماری پوری قوم کی اخلاقی پستی ظاہر ہوتی ہے۔ ہر ایسا شخص جو ایک کیڑے کو بھی مارنا پسند نہیں کرتا ان نفع اندوزوں کو پھانسی دینے میں خوشی محسوس کرے گا۔"

مگر پنڈت جی نے یہ نہیں فرمایا کہ آپ ان لیڈروں کے ساتھ کیا سلوک کریں گے جو نفع اندوزوں کے ایجنٹ بنے ہوئے ہیں۔

ڈاکٹر پٹا بھی سیتا رامیا نے سکندرآباد اسٹیشن پر پنڈت کاشی ناتھ راؤ ویدیہ کی طرف اشارہ کر کے کہا تھا کہ اگر یہ تیار ہوں تو وہ (ڈاکٹر صاحب) دستوری ترقی کے لئے حیدرآباد آکر بیل جانے آمادہ ہیں۔

اس بیان کی مذمت کرتے ہوئے اور یہ فرماتے ہوئے کہ کانگریسی حضرات حیدرآباد کی فضا مکدر کرتے ہیں مولوی ابوالحسن سید علی صاحب نے یہ دھمکی دی کہ:-

"اگر مسلم جماعت سے ایک نمائندہ بانگ وزارت میں نہیں لیا گیا تو کسی بھی ایجی ٹیشن کو آغاز کرنے سے مجلس دریغ نہیں کرے گی۔"

دوسرے الفاظ میں اگر مولوی صاحب کو وزارت نہیں ملی تو آپ بھی وہی کریں گے جو ڈاکٹر پٹا بھی سیتا رامیا کرنا چاہتے ہیں۔ تو پھر سوال یہ ہے کہ مولوی صاحب میں اور ڈاکٹر پٹا بھی سیتا رامیا میں فرق کیا ہے اور کیوں مولوی صاحب نے ان کی مذمت کی؟

آنریبل مسٹر سید محمد اعظم کی ایک تقریر پر تبصرہ کرتے ہوئے صاحب "شیر دکن" نے دریافت کیا ہے کہ:-

"تعلیم مذہبی اور تعلیم اخلاقیات کا لزوم جو طبقات طلبہ و طالبات پر یکساں عائد نہیں کیا گیا بلکہ صرف ایک طبقے کے لئے مذہبی تعلیم لازمی رکھی گئی اور باقی جماعتوں کے لئے اخلاقیات کی تعلیم۔ مذہبی تعلیم کے معاملہ میں ایسا امتیاز کیوں جائز رکھا گیا؟"

آمہرا پنا پنڈت ہمنت راؤ کا پڑا کھیل

ویول پیش کش پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا حسرت موہانی فرماتے ہیں کہ:-

"جب یہ تسلیم کر لیا گیا کہ شملہ کانفرنس میں کانگریس کی نمائندگی مولانا ابوالکلام آزاد کر سکتے ہیں تو اگزیکیٹو کونسل کی رکنیتوں کے لئے کانگریس ہی ہندو اور مسلمان وغیرہ سب کے نام پیش کر سکتی ہے اور اس طرح اس شکل پر حاوی ہونا ممکن ہے۔"

دیکھا آپ نے ہمارے صحیفہ نگار حقائق سے دور کس دنیا میں رہتے ہیں۔

ایک ادیب کو کتابیں چرانے کے الزام میں سزا۔ (اخبار کی سرخی)

یہ کوئی ترقی پسند ادیب تو نہیں!

ہم پر یہ الزام لگایا گیا ہے کہ ہم مجلس اتحاد المسلمین کے موجودہ مسلک کی غلط ترجمانی کر رہے ہیں۔ (پیام)

ہم صرف یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ آپ کس مسلک کی صحیح ترجمانی کر رہے ہیں اور خود آپ کا مسلک کیا ہے؟ اگر آپ نہ بتائیں تو کیا سیٹس اینڈ گرین مرچنٹس ہوسکی ایشن بھی نہیں بتلائے گی!

رفیق احمد صاحب تا امت کے زمانہ میں ان کے قریبی رفقا تھے اور اب وہ میرے رفقا کار ہیں۔ (روزنامہ وقت)

کہاں نظام علی کہاں پیار کی ڈلی

پنڈت جواہر لال نہرو نے جیل سے رہائی کے بعد اپنی پہلی تقریر میں کہا کہ بنگال کا قحط ہمارے موجودہ معاشی نظام کے لئے موت کا پیغام ہے۔ (ایک خبر)

ایک دوسری خبر یہ ہے کہ الہ آباد میں پنڈت جی کا استقبال کرنے کے لئے وہاں کے سرمایہ داروں نے دس ہزار کا چندہ جمع کیا ہے۔

پنجاب میں مسلم عوام کی بیداری

مسلم لیگ کی یک سالہ سرگرمیوں کا نتیجہ

از

رومیش چندر

ایک برس پہلے ۲ اپریل ۱۹۴۵ء کو پنجاب کی سیاست نے نئی کروٹ بدلی۔ اسی دن نواب افتخار حسین ممدوٹ اور میاں ممتاز دولتانہ کی رہنمائی میں مسلم لیگ نے یونینسٹ وزارتی سنیوں سے باہر نکال دیا اور سرکار پرستوں کے اثر سے آزاد ہو کر صوبہ پنجاب مسلم لیگ کی بنیاد مضبوط کرنے کے لئے جدوجہد شروع کی۔ اس سال پھر نواب ممدوٹ اور میاں ممتاز دولتانہ صوبہ مسلم لیگ کے صدر اور سکریٹری منتخب کئے گئے۔ ان رہنماؤں کو دوبارہ منتخب کر کے پنجاب کے مسلم عوام نے صحیح طور پر ان کی خدمات کا اعتراف کیا ہے۔

صوبہ مسلم لیگ کے انتخابات سے پہلے یونینسٹوں نے لیگی حلقوں میں انتشار پھیلانے کی بہت کوشش کی لیکن وہ ناکام رہے۔ یونینسٹ اخبارات شہباز اور انقلاب (لاہور) نے لیگ کے رہنماؤں پر حملے کئے اور یہ الزام لگایا کہ وہ کمیونسٹوں کے ہاتھ میں کھیل رہے ہیں۔ لیگ میں کچھ رجعت پسند اور یونینسٹوں کے ایجنٹ موجود ہیں۔ انہوں نے بھی یونینسٹ اخبارات کی ہاں میں ہاں ملائی اور لیگی رہنماؤں کے خلاف پروپیگنڈہ کیا۔ ان کی یہ کوشش تھی کہ سر شوکت حیات کے نام سے فائدہ اٹھایا جائے۔ لیکن شوکت حیات نے ان کی امیدوں پر پانی پھیر دیا۔ انہوں نے صوبائی لیگ کونسل میں اعلان کیا کہ وہ نواب ممدوٹ اور ممتاز دولتانہ کی پوری طرح تائید کرتے ہیں۔ کونسل کی میٹنگ میں یونینسٹوں نے پروپیگنڈہ سکریٹری کے لئے راجہ غضنفر علی صاحب کی مخالفت کی لیکن اکثریت نے راجہ صاحب کا ساتھ دیا۔ آخر میں انتشار پھیلانے والے اس قدر بد دل ہو گئے کہ اعزازی مجسٹریٹ حد تو یہ تھی کہ ذیلدار چودھری عبدالکریم جیسے لوگ بھی صوبائی مجلس عاملہ کی میٹنگ میں شریک نہیں ہوئے۔

اس سال صوبائی لیگ کے انتخابات ایک لحاظ سے بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔ جو بچے کھچے رجعت پرست عنصر لیگ میں باقی رہ گئے تھے انہیں بھی ٹھکانے لگا دیا گیا ہے۔ ایک واقعہ ان غداروں کی سازش پر روشنی ڈالنے کے لئے کافی ہے۔ سال میں صوبائی لیگ کے دفتر میں ایسے سیکڑوں خطوط اور تار پائے گئے جنہیں مختلف اضلاع میں بھیجنے کے لئے تیار کیا گیا تھا۔ مسلم لیگ کی بنیاد مضبوط کرنے والے گذشتہ سال سے مسلسل ایسے غداروں کے خلاف جدوجہد کر رہے ہیں۔ ان کی کوششوں سے لیگ رجعت پرست عناصر سے بڑی حد تک پاک ہو چکی ہے۔

ایک سال کی کوششوں کے بعد پنجاب میں لیگ کی بنیاد مضبوط ہو گئی ہے۔ لیگ کے ممبروں کی تعداد ایک لاکھ ہے۔ لائل پور میں پندرہ ہزار ممبر بنائے گئے اور ملتان میں گیارہ ہزار۔ ان اضلاع میں کامیابی کا راز یہ ہے کہ لیگ کے کارکن عوام کے پاس اپنا پیغام لے کر گئے۔ انہوں نے کسانوں کے مطالبات کی حمایت کی اور ضروریات زندگی کی فراہمی کے لئے کام کیا۔ ان ہی اضلاع میں زمیندارہ لیگ کے جریدے چند کے خلاف زبردست جدوجہد کی گئی تھی۔

دیہات کے علاوہ شہروں میں عوام کی خدمت کر کے لیگ نے اپنے مرکز مضبوط کئے ہیں۔ شہر گوجرانوالہ میں لیگ کے ایک ہزار ممبر ہیں اور اس کی پانچ شاخیں کام کر رہی ہیں۔ یہاں لیگ کے صدر میاں ضیاء الاسلام بھلائی کمیٹی کے صدر ہیں جس میں مختلف جماعتیں شامل ہیں۔ مقامی لیگی کارکنوں نے کانگریسیوں اور کمیونسٹوں کے ساتھ چور بازاری اور ذخیرہ بازی کے خلاف تحریک میں حصہ لیا اور عوام کے لئے غلہ فراہم کرنے میں بڑی امداد دی۔

راولپنڈی میں لیگ نے مہنگائی کی روک تھام کے لئے کافی کوشش کی۔ گورداسپور اور دوسرے شہروں میں لیگ کے رہنما عوام کے جلسوں میں شریک ہوئے اور کپڑے، کھانڈ اور مٹی کے تیل کی قلت کے خلاف تقریریں کیں۔ لدھیانہ کی لیگ نے ہوزری اور سوتی مل مزدوروں کے مطالبات کی پوری حمایت کی۔ جب میونسپل مزدوروں کی ہڑتال کی وجہ سے شہر میں وبا پھیلنے کا خطرہ ہوا تو لیگ نے کانگریس اور کمیونسٹوں کے ساتھ مل کر مقامی افسران سے مزدوروں کے مطالبات منوائے۔ لاہور کے مختلف محلوں مصری شاہ، اور گنج میں نوجوان مزدوروں کی مناسب تنظیم کے لئے تحریک شروع کرنے والے ہیں۔

پنجاب کے پارچہ باف سوت نہ ملنے سے بہت پریشان ہیں۔ ان میں اکثر مسلمان ہیں۔ مسلم لیگ نے ان کی جانب پوری توجہ دی اور سرگودھا ضلع لیگ کے جوائنٹ سکریٹری غلام نبی صاحب نے پارچہ باف یونین قائم کی۔ یونین کی کوششوں سے پارچہ باف بے روزگاری سے بچ گئے اور انہیں تھوڑا بہت سوت ملنے لگا۔ ضلع لاہور میں اکثر کانگریسی کسان مسلمان لیگ میں شامل ہو گئے ہیں۔ وہ کسانوں کو پولیس کی سختیوں سے بچاتے ہیں۔ اس کے علاوہ انہوں نے کمیوں (گاؤں کے دستکاروں) کی مشکلات بھی دور کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔

کیمبلپور۔ ضلع جہلم کے تمام تر کسان مسلم لیگ کے جھنڈے تلے منظم ہیں۔ ان کے رہنما حاجی دوست محمد صاحب سالک، [illegible] کے بھی ذمہ دار ہیں۔ حاجی صاحب نے کیمبلپور میں کانگریس کی بنیاد ڈالی تھی آج وہاں وہ لیگ کی تنظیم مضبوط کر رہے ہیں۔ لیکن ان کے دل میں کانگریس کی عزت باقی ہے۔

ان سرگرمیوں کو دیکھنے کے بعد پنجاب میں لیگ کی زبردست ترقی پر حیرت نہیں ہوتی۔ رجعت پرستوں اور یونینسٹوں کے اثر سے آزاد ہو کر مختلف اضلاع میں لیگ ایک نئی منزل میں قدم رکھ رہی ہے۔ جو برس گذشتہ لیگ کا کام کرنے کے لئے کارکن اپنی خدمات پیش کر رہے ہیں۔ دوسری جماعتوں کے تجربہ پر کام کرنے کے بعد انہیں نئے تجربات حاصل ہوئے ہیں۔ انہوں نے محسوس کیا ہے کہ عوام کی مشکلات [illegible] کی جا سکتی ہیں اور عوام کی خدمت کے لئے لیگ کی تنظیم مضبوط کرنے کے لئے زیادہ سے زیادہ وقت دینا ہر لیگی کارکن کے لئے فخر کی بات ہے۔

پنجاب لیگ نے اپنا منشور شائع کر کے تمام ترقی پسند مسلمانوں کے لئے لیگ کے دروازے کھول دئے ہیں۔ مختلف اضلاع کے احراری اور خاکسار لیگ میں شامل ہو رہے ہیں۔ ضلع سیالکوٹ احراریوں کا اہم مرکز ہے۔ یہاں کے احراریوں نے میاں ممتاز دولتانہ سے تبادلہ خیالات کیا۔ میاں ممتاز دولتانہ نے انہیں یقین دلایا کہ وہ لیگ میں رہ کر بھی مسلم عوام کی خدمت کر سکتے ہیں۔

نشر و اشاعت کے علاوہ مختلف ضلعوں میں لیگی رہنماؤں کے تنظیمی دوروں نے لیگ کی سرگرمیوں میں ایک نئے باب کا اضافہ کر دیا ہے۔ میاں ممتاز دولتانہ اور چودھری عطاء اللہ جہانیہ ۱۰ اضلاع کا دورہ کر چکے ہیں۔ انہوں نے ہر ضلع میں لیگی کارکنوں کو سیاسی تربیت دینے کے علاوہ تنظیمی امور کے متعلق بھی رہنمائی کی۔ ہر جگہ میاں ممتاز دولتانہ نے اپنی تقریروں میں بتایا کہ مسلمانوں کی قومی تحریک کانگریسی تحریک کے شانہ بشانہ چلتی رہتی ہے۔ انہوں نے واضح طور پر کہا کہ ہمیں غیر مسلموں سے پاکستان کی تائید حاصل کرنا چاہئے۔ انہیں مطمئن کرنے کے لئے بتانا چاہئے کہ پاکستان میں جمہوری حکومت ہوگی جس میں اقلیتوں کے حقوق محفوظ رہیں گے۔ شیخوپورہ میں میاں ممتاز دولتانہ نے سکھوں کے سامنے نظریۂ پاکستان

بقیہ سلسلہ صفحہ (۱۰)

ہمارے پیشے

محکمہ تنظیم مابعد جنگ کے لئے لمحہ فکر

از

رفیعہ سلطانہ بی۔ اے (عثمانیہ)

مابعد جنگ سب سے بڑی ضرورت ملک کی معاشی اور اقتصادی حالت کو سنوارنا ہے۔ جنگیں لڑی جاتی ہیں معاشی اصولوں کی خاطر اور جنگوں کے بعد عموماً کی معاشیات زیادہ متاثر ہوا کرتی ہے۔ معاشی ترقی پر دیگر ترقیات کا انحصار ہوتا ہے۔ یورپ کی نشاۃ الثانیہ اور صنعتی انقلاب ایک دوسرے کا لازمہ ہے۔ مابعد جنگ تنظیم کے سلسلے میں جتنی اسکیمیں بنائی جائیں گی سب کا نقطۂ نظر کم و بیش ایک ہی ہے یعنی باشندوں کی مالی ترقی۔ "عظیم تر حیدرآباد" کے خواب کو شرمندہ تعبیر بنانے کے لئے سب سے بڑی ضرورت اس کی مالیات کے استحکام کی ہے۔ وہ ملک جس کی اکثریت فاقہ کش ہے! کس طرح ذہنی، سماجی، سیاسی اور صنعتی ترقی کر سکتا ہے؟ ہمارے معاشیین معیار معاش کی بلندی پر زور دیتے ہیں۔ لیکن ذرائع آمدنی کی وسعت کی تدابیر نہیں بتاتے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ زیادہ سے زیادہ روزگار، زیادہ سے زیادہ پیداوار، بیروزگاری کے انسداد کے لئے وسائل معاش میں اضافہ کی ضرورت موجودہ زمانے کا فیشن سمجھئے یا دوسرے کا لک کی، ہمارے اکثر معاشیین اضافۂ دولت کا واحد حل صنعت و حرفت کی ترقی میں بتاتے ہیں۔ خواہ ماحول سازگار ہو یا نہ ہو۔ واقعات سازگار ہوں یا نہ ہوں۔ کسی زرعی ملک کو ایسے ملک کو جہاں صنعت و حرفت کی بنسبت زراعت ترقی کے کافی امکانات ہیں، "صنعتی" بنانے کا مشورہ دینا گنجے کو ناخن دینے کے مترادف ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ جس ملک کی آب و ہوا جس چیز کے لئے سازگار ہو اس وہی طریقہ کار رائج کیا جائے۔ اس سے میرا مطلب یہ نہیں کہ صنعت و حرفت کو پس پشت ڈال دیا جائے۔ بلکہ یہ کہ صرف صنعت و حرفت کی ترقی پر ہی اکتفا نہ کی جائے۔

حیدرآباد میں دونوں قسم کی یعنی زرعی اور صنعتی ترقیوں کے امکانات پائے جاتے ہیں۔ ضرورت ہے کہ ان تجاویز کو بروئے کار لایا جائے۔ ہماری اکثریت بیروزگار نہیں "بیکاری" کا بھی شکار ہے۔ جب ان تجاویز کو عملی جامہ پہنانے کی ضرورت ہوگی بیکاری کا خاتمہ ہو کر ملک خوشحال ہو جائے گا۔

(۱) سب سے پہلے زراعت کو لیجئے۔ حیدرآباد کی اکثریت زراعت پیشہ ہے لیکن بڑی بڑی زمینیں بنجر پڑی ہیں۔ نظام آباد کی نوآبادیوں کو دیکھ کر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ حکومت اس امر سے بے خبر ہے۔ بیشک حکومت کا مستحسن اقدام ہے۔ لیکن اس میں ابھی وسعت کی گنجائش ہے اور یہ سب جدید طریقے پر کاشتکاری کے اصولوں سے دوسرے کاشتکاروں کو واقف کرانا۔ اور روس کے جیسا حیدرآباد میں بھی ساجھے کی کھیتی کو رواج دینا ہے۔ ساجھے کی کھیتی میں فائدہ یہ ہوگا کہ سب کسان مشترک طور پر جدید مشین کے اخراجات برداشت کر سکیں گے کیوں کہ موجودہ کھیت زمین کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ہوتے ہیں۔ ان چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کے لئے زرکثیر خرچ کر کے "ٹریکٹر" وغیرہ فراہم کرنا بجائے فائدہ کے نقصان کا موجب ہے۔ اس کے علاوہ محکمہ زراعت کو چاہئے کہ چند افسروں کو مقرر کرے جو روزانہ کسانوں سے ملیں اور انہیں مشینوں سے کام لینے کے طریقے سکھائیں۔ دوسری چیز وہ افسر کسانوں کو یہ سکھائیں کہ سدھارے ہوئے بیج بوئیں۔ امریکہ میں اس طرح بیجوں کو سدھار کر پیداوار میں اضافہ کیا گیا۔

(۲) مویشی کی دیکھ بھال اور شیر خانے

مویشی ہندیوں کی زندگی میں بڑی اہمیت کے مالک ہیں۔ یہاں تک کہ ان کا ذوق عقیدت ذوق پرستش تک پہونچ گیا۔ "گئو ماتا" اب بھی ہندوؤں کے نزدیک مقدس اور پاک ہے۔ ہندوستان میں سب سے زیادہ تعداد میں مویشی ہیں مگر افسوس کہ ان کی اچھی طرح دیکھ بھال نہیں کی جاتی۔ "دودھ" مکمل غذا ہے لیکن وہ بہت قلیل تعداد میں دستیاب ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ یہاں کے لوگوں کی جسمانی حالت دوسرے ممالک کے باشندوں سے دور کیوں جائے ہندوستان ہی کے دیگر صوبوں کے رہنے والوں کے مقابلے میں کمزور ہے۔ ضرورت ہے کہ زیادہ سے زیادہ تعداد میں شیر خانے کھولے جائیں۔ جس کے لئے باقاعدہ عملہ ہو جو مویشیوں کی دیکھ بھال کرے۔ زیادہ مقدار میں دودھ نکلے تاکہ ارزانی کے سبب غریب لوگ بھی خرید سکیں اور ان کی غذا کا لازمہ بن جائے۔ اس طرح گوشت۔ مکھن، پنیر وغیرہ بھی کثیر مقدار میں فراہم کیا جائے۔ تاکہ ملک کے غریب طبقوں کے لئے مکمل غذا بن جائے۔ اس کاروبار میں بڑے عملے کی ضرورت ہوگی۔ بیروزگار اشخاص کے لئے "روزگار" کا سلسلہ ہو جائے گا اور ملک کی اکثریت کو اچھی غذا ملے گی۔ اس میں دودھ دینے اور جانوروں کی دیکھ بھال کے لئے سائنٹفک اصولوں سے کام لیا جائے۔

۳۔ بعض اضلاع مثلاً اورنگ آباد، نظام آباد، پربھنی وغیرہ میووں کی کاشت کے لئے نہایت موزوں ہیں۔ یہاں میووں کے باغ لگائے جائیں تو نہایت مناسب اور مفید ہوگا۔ اس قسم کے شعبوں کو محکمہ رسد سے متعلق ہونا چاہئے تاکہ صحیح معنوں میں اس محکمہ پر لفظ "رسد" کا اطلاق ہو سکے۔

۴۔ جنگل ہمارا ایک انمول خزانہ ہے۔ اس سے ایندھن کے علاوہ عمارتوں کے لئے چوب، مویشیوں کا چارہ اور مختلف صنعتوں کے لئے خام اشیاء مثلاً لاکھ، تاربین، بانس، ربر اور مختلف قسم کی دباغت کا سامان ملتا ہے۔ پھر جنگل سورج کی گرمی کو روک کر دیہاتوں کو ٹھنڈا بھی کرتے ہیں۔ مختلف قسم کی جڑی بوٹیاں جنگلوں میں ملتی ہیں۔ جو دواؤں میں کام آتی ہیں۔ حکومت کو چاہئے۔ جنگلوں کی نگرانی کرے اور نئے نئے جنگل لگاتی رہے۔ کیونکہ ہندوستان کی آب و ہوا درختوں کی نشو و نما کے لئے بہت موزوں ہے اس طرح محکمہ جنگلات میں ابھی بہت کچھ کیا جا سکتا ہے۔

۵۔ برقی قوت۔ حیدرآباد میں ابھی برقی اسٹیشن نہیں ہیں۔ اس وجہ سے اکثر ضلعے برقی قوت تو کجا برقی روشنی سے تک محروم ہیں۔ حیدرآباد میں اس طرح کے مراکز کی اشد ضرورت ہے۔ کارخانوں کے قیام میں بھی اس سے مدد ملے گی۔ گلبرگہ اور رائچور کے قریب فی الوقت ایک اسٹیشن قائم کیا جاسکتا ہے۔

اب وہ گھریلو صنعتیں جن پر ملک کی معاشی ترقی کا بہت کچھ انحصار ہے۔ تو اس کے متعلق کچھ کہنا لاحاصل ہے گو حیدرآباد صنعتی حیثیت سے پسماندہ ہے تاہم حکومت کی توجہ اس طرف مبذول ہو گئی ہے۔ نیز کاغذ، شکر اور کپڑے کی صنعت کے کارخانے قائم ہو چکے ہیں۔ اس لئے ہم حیدرآباد کے صنعتی مستقبل سے چنداں مایوس نہیں۔

آخر میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتی کہ ان چیزوں کو بالکلیہ سرمایہ داروں کے ہاتھ میں دے دینا ملک کی آبادی کو اور زیادہ مفلس بناتا ہے۔ حکومت کو چاہئے کہ سے خود اپنے ہاتھ میں لے۔

اگر ان تجاویز کو عملی جامہ پہنایا جائے تو حیدرآباد کا مستقبل بہت کچھ خوش آئند ہو سکتا ہے۔

بینک ممالک کے ذریعہ یہ لازم کیا گیا ہے کہ بلا توسط انجمن امداد باہمی سونگ پھلی یا سونگ پھلی کے تیل کی برآمد کی اجازت اس وقت جاری نہ ہو اور برآمد پر فی پلہ بارہ آنہ کے حساب سے فیس پرمٹ وصول کرنے کا انجمن کو حق دیا گیا ہے۔ اس ضمن میں جو اعداد اب تک وصول ہوئے ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ تقریباً ساڑھے بارہ لاکھ پلے سونگ پھلی کی برآمد پر تقریباً دس لاکھ روپے فیس پرمٹ وصول ہوئی ہے۔

پرمٹ فیس کے علاوہ برآمد شدنی اجناس کے ذخیروں کی تصدیق کا کام بھی متعلقہ یونینوں کے ذمہ کیا گیا ہے۔ اس غرض سے ہر متعلقہ یونین میں ایک کمیٹی مقرر کی گئی ہے جو مساوی طور پر اراکین سرکاری و نمائندگان تجارت پر مشتمل ہے۔ تصدیق شدنی جنس پر ایک آنہ کے حساب سے فیس تصدیق وصول کی جاتی ہے۔ اب تک اس کی بابت مبلغ (۲۲۳۰۰) وصول ہو چکے ہیں۔ اس میں سے ایک ثلث کی حد تک تصدیق کنندگان کو معاوضہ دیا جاتا ہے اور باقی رقم انتظامی اخراجات اور آمد و رفت کے خرچ کے لئے محفوظ کی جاتی ہے۔

آہن و فولاد کی فروخت کا انتظام بھی بحیثیت ایجنٹ پراسر پاینٹ(?)، کریم نگر، نیڈی، ہر جنی، بیدر، نلگنڈہ متعلقہ یونینوں کے ذریعہ انجام دیا جا رہا ہے اور یہ مسئلہ بھی حکومت کے پیش نظر ہے کہ شکر و کھاد و دیگر اشیاء جن پر کنٹرول قائم ہے ان کی تقسیم و فروخت کا انتظام بھی متعلقہ یونینوں کے ذریعہ ہو۔ مختلف مقامات پر غلہ کی خردہ فروشی کی دوکانیں بھی متعلقہ یونینوں کی طرف سے قائم کی گئی ہیں۔

میں نے ابھی تک غلہ گوداموں کا ذکر نہیں کیا۔ کفایت شعاری کے اصول پر غلہ گوداموں کی ابتداء ۱۳۵۲ف میں ہو چکی تھی۔ ۱۳۵۳ف کے اختتام تک ان گوداموں کی تعداد (۶۰۶) تھی۔ حال ہی میں حکومت سرکار عالی نے اس تحریک کو منظور فرما کر کہ تمام مواضعات کے بیمار کے (۱۰) فیصد کاشتکار اپنے پیداوار کے غلہ میں سے آٹھواں حصہ موضع کے غلہ گودام میں محفوظ کرانے کے لئے آمادہ ہوں تو تمام کاشتکاروں پر غلہ گودام میں غلہ جمع کرانا لازم کر دیا جائے ملک پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ ان غلہ گوداموں (یا بنکوں) کے ذریعہ رعایا بالخصوص کاشتکار طبقہ کی بہت سی مشکلات رفع ہو جائیں گی۔ اول تو یہ کہ مقدار غلہ کی ہر وقت گاؤں میں محفوظ رہے گی اور ہر لیوی کے موقعہ پر اور سوائی کے حساب سے لین دین کی وجہ سے اس میں اضافہ ہوتا رہے گا۔ توقع ہے کہ تھوڑے ہی عرصہ میں ان بنکوں میں اس قدر ذخیرہ جمع ہو جائے گا جو مقامی ضروریات خورد و نوش کو کافی ہو سکے۔ اور آئندہ کامل طور پر قلت اجناس اور فاقہ کشی کا سد باب ہو جائے گا۔ دوسرا فائدہ ان غلہ گوداموں سے یہ ہوگا کہ کاشتکاروں کو زراعت کے لئے تخم حاصل کرنے کی دشواری باقی نہیں رہے گی کیونکہ ان کے گاؤں میں ہر وقت تخم کا ذخیرہ موجود رہے گا۔ اس کا مشاہدہ میں نے حال ہی میں ضلع نلگنڈہ کے ایک موضع میں کیا جہاں غلہ گودام قائم ہے اور وہاں کے کاشتکاروں نے اپنے ذخیرہ میں سے بچا کر معمولی جنس کے عوض بہتر تخم حاصل کیا ہے۔

غلہ گوداموں کا قیام بہت سرعت سے عمل میں آ رہا ہے۔ اب تک (۱۰۹۳) جدید گودام قائم ہو چکے ہیں۔ مجموعی طور پر غلہ گوداموں کی تعداد ایک ہزار سے متجاوز ہو چکی ہے اور تقریباً سات زیر منظوری ہیں۔

اب چونکہ سررشتہ کی توسیع کی اسکیم سرکار عالی نے بکمال فیاضی منظور فرمائی ہے اس سے مجھے امید ہے کہ سررشتہ کے کاموں میں اور تیزی پیدا ہو جائے گی۔

آخر میں میں جناب والا کی اجازت سے امداد باہمی کے اصول پر کاروبار کرنے کے متعلق ایک غلط فہمی کو رفع کرنا چاہتا ہوں۔ بعض اصحاب کو خیال ہے کہ کاروبار کو امداد باہمی کے اصول پر چلانے کی وجہ سے بیوپاری طبقہ جو مدتوں سے یہ کام انجام دیتا چلا آ رہا ہے اپنے آبائی پیشہ سے محروم ہو جائے گا۔ یہ خیال اصل میں صحیح نہیں ہے اس میں ذرا بھی شک و شبہ نہیں ہو سکتا کہ ساہوکار اور بیوپاری طبقے صدیوں سے پیدائش و تقسیم دولت میں ملک کی خدمت کی ہے اور یہ ہماری معاشی زندگی کا جزو اعظم بنے رہے ہیں۔ ساتھ ہی اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ گذشتہ ایک صدی میں یہ طبقہ زرعی مالیہ کی کنجی اپنے ہاتھ میں رکھنے کی وجہ سے حد درجہ نفع اندوزی کی طرف مائل رہا ہے جس کی وجہ سے دیہی معاشیات کا توازن برقرار نہیں رہا اور مواضعات کے کاشتکار ساہوکاروں کے دست نگر ہو کر رہ گئے۔ آج سے نو سال پیشتر جب حکومت سرکار عالی نے [illegible] دیہی مقروضیت کی تحقیقات کرائی تو معلوم ہوا کہ (۲۵) کروڑ کے قرضہ کا بوجھ کاشتکار کو دبائے ہوئے ہے جو اس کی صلاحیتوں کو ابھرنے نہیں دیتا۔ اس تحقیقات کے نتیجے کے طور پر سرکار عالی نے قوانین انتقال اراضی ممانعت قرضہ نافذ کئے اور سود کی انتہائی شرح معین کر دی۔ ان قوانین سے ساہوکاروں کے لین دین پر رکاوٹ ہوئی اور اس آزادی کے ساتھ [illegible] طبقہ کو قرض کی طرف مائل نہ ہے جس قدر کہ پہلے تھے کاشتکار تو ساہوکاروں کی دست برد سے محفوظ ہو گئے لیکن ان کو آسانی سے روپیہ نہ ملنے کی وجہ سے زرعی کاروبار میں دشواریاں پیش آنے لگیں۔ یہ امر سرکار عالی کی نظر سے پوشیدہ نہ تھا چنانچہ اس زمانہ میں سررشتہ امداد باہمی نے انجمن ہائے ساکھ کی پیداوار قائم کرنے کی طرف توجہ کی تاکہ زرعی کاروبار میں رعایا کو سہولت ہو اور ایک قانون رہن گردی بنک منظور کیا گیا۔ قبل اس کے کہ اس کا نفاذ ہوتا جنگ عالمگیر شروع ہو گئی اور کاشتکار یا تاجر کوئی بھی اس کے ذریعے محفوظ نہ رہ سکے۔ حالات زمانہ اور اقتضاء وقت کے لحاظ سے درآمد و برآمد پر تحدید ہوئی بیوپاریوں کو اپنا کاروبار چلانے کے لئے لائسنس رکھنا لازمی قرار دیا گیا اور بلا اجازت ملک سے باہر مال منتقل کرنے کی اجازت نہ رہی۔

ان دونوں طبقوں (کاشتکار اور بیوپاری) کی مشکلات کو پیش نظر رکھتے ہوئے سررشتہ امداد باہمی کی جانب سے تنظیم جدید کی اسکیم پیش کی گئی جس کا اساس اس پر ہے کہ ملک کی معاشی زندگی میں کاشتکار اور ساہوکار یا بیوپاری برابر کا حصہ لیتے رہیں اور کسی طبقہ کو اس کے جائز پیشہ سے محروم کیا جائے بلکہ ملک کے معاشرتی اور معاشی ارتقا کو محفوظ رکھتے ہوئے کاشتکاروں کو اپنے کاروبار کو فروغ دینے کے لئے ممکنہ سہولتیں بہم پہنچائی جائیں اور بیوپاریوں کو تجارت میں مشغول رکھتے ہوئے اس کو ترقی دینے کے مواقع پیدا کئے جائیں اور امداد باہمی کے اصول پر کام کرنے کا یہ ہرگز منشاء نہیں ہے کہ تجارتی کاروبار جو اب تک ایک واقف کار طبقہ کی میراث بنا رہا ہے اس سے چھین کر نا واقف کار اشخاص کے حوالہ کر دیا جائے بلکہ یہ ہے کہ تجربہ کار ماہرین کی شرکت سے تحریک امداد باہمی کو تقویت ہو اور ملک کی عام مرفہ الحالی میں اضافہ ہو۔

پنجاب میں مسلم عوام کی بیداری

بقیہ سلسلہ صفحہ (۷)

پیش کیا۔ ہر جگہ ان کا خاص نعرہ تھا "عوام کی خدمت"

چودھری علی اکبر(?) جانیہ صاحب نے کارکنوں کو سمجھایا کہ وہ مقامی مسائل کس طرح حل کریں۔ انہوں نے کہا دیہاتوں میں پارٹی بندی ختم کرنا چاہئے اور ملکی(?) کمیٹیوں کے ساتھ تعاون کرکے عوام کے لئے ضروریات زندگی کا انتظام کرنا چاہئے۔ پنچایتوں اور انجمن امداد باہمی کو سرکار پرست نمبرداروں اور مقامی حکام کے اثر سے آزاد کرنا چاہئے۔ دیہات کے اسکول ماسٹروں کی امداد سے تعلیم بالغان کو مضبوط بنانا چاہئے۔

آج پنجاب میں یونینسٹ وزارت قائم ہے لیکن لیگ کی بڑھتی ہوئی تحریک سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے کہ یونینسٹوں کے دن پورے ہو چکے ہیں اور آئندہ انتخابات میں لیگ کی شاندار کامیابی یقینی ہے۔ لیگ کی مقبولیت ثابت کرنے کے لئے پنجاب اسمبلی کے آٹھ ممبران نے جن میں نواب ممدوٹ اور راجہ غضنفر علی صاحب شامل ہیں یونینسٹوں کو دوبارہ انتخاب کے لئے چیلنج دیا ہے۔ اگر یونینسٹ ممبر اسمبلی سے مستعفی ہو کر دوبارہ انتخاب کے لئے کھڑے

ہوں تو وہ بھی مستعفی ہو کر الیکشن لڑنے کے لئے تیار ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس چیلنج کو قبول نہیں کیا جائے گا۔ بہر حال لیگ نے آئندہ عام انتخابات کے لئے چو لاکھ روپیہ جمع کرنے کی اپیل کی ہے۔

پنجاب مسلم لیگ کی ترقی کی یہ پہلی منزل ہے۔ اسے ابھی کئی مسائل حل کرنا ہے جن میں سب سے اہم کسانوں کا مسئلہ ہے مغربی پنجاب میں مسلمان کسان ابھی تک لوٹ کھسوٹ کا شکار ہیں۔ پنجاب لیگ منشور میں ان کا کوئی حوالہ نہیں دیا گیا ہے اور نہ تنظیمی دوروں میں اس جانب توجہ دی گئی۔ لیگ نے پنجاب کی اسمبلی میں حق زرامنیات کے متعلق سردار سوہن سنگھ جوش کے بل کی حمایت کی تھی۔ اب اسے چاہئے کہ وہ اقتصادی اور سماجی غلامی سے آزاد کرانے کے لئے مسلمان کسانوں کو منظم اور بیدار کرے۔ پسماندہ مغربی پنجاب کی بیداری نہ صرف لیگ بلکہ تمام ہندوستان کے لئے مفید ثابت ہوگی۔

"میں اس وقت نازک گفت و شنید میں مصروف ہوں"

قائد اعظم کا بیان

شملہ۔ ۲۷ جون۔ ایک ممتاز کانگریسی قائد نے جو زعما کانفرنس میں شریک ہیں۔ ایسوسی ایٹڈ پریس کے نامہ نگار سے بیان کیا کہ لیگ اور کانگریس کے درمیان سمجھوتہ یہ مسئلہ "پنجوان" سے کیا نتیجہ ہوگا۔ باور کیا جاتا ہے کہ مسلم لیگ کی مجلس عاملہ کا اجلاس اس وقت منعقد نہیں ہوگا تاوقتیکہ لیگی قائدین کے سارے تفصیلات کی پوری تعداد نہ آجائے قائد اعظم محمد علی جناح اور پنڈت پنت کے درمیان دوسری ملاقات پچیس منٹ تک جاری رہی۔ پنڈت پنت نے نامہ نگاروں کو کوئی بیان نہیں دیا۔ اور قائد اعظم نے بھی ایسوسی ایٹڈ پریس کے ایک نامہ نگار کو کوئی سوالات نہ کرنے کی ہدایت کی اور خود قائد اعظم نے نامہ نگاروں سے ایک ملاقات میں فرمایا کہ میں اس وقت نازک گفت و شنید میں مصروف ہوں فی الوقت آپ مجھ سے کسی بیان کی توقع نہ رکھئے آج شام قائد اعظم نے ہز ایکسیلنسی وائسرائے بہادر سے ایک گھنٹہ دس منٹ تک گفتگو فرمائی اور ساڑھے سات بجے آپ سیسل ہوٹل کو اپنے کمرہ کو واپس تشریف لائے جس کے بعد آپ نے دیگر مسلم لیگی مندوبین کانفرنس سے گفتگو شروع کردی ذمہ دار طریقے سے بیان کیا جاتا ہے قائد اعظم کے

جا مسٹ وائسرائے اور گووند ولبھ پنت سے ان کی گفتگو کے نتائج سے متعلق ہے۔ ایک گھنٹہ قبل ۱۰ بجے شب مرکزی مقننہ کی کانگریسی پارٹی کے قائد اور مسٹر شکلا سابق وزیر اعظم صوبجات متوسط پنڈت گووند ولبھ پنت اور صدر کانگریس کی قیام گاہ آرمڈیل گئے اور وہ اس وقت دس بجے شب تک بھی وہیں ہیں۔

اس وقت شملہ میں موجودہ ہندوستانی قائدین کے خیر مقدم میں شملہ کی بلدی کمیٹی نے ایک قرارداد منظور کی اس قرارداد میں کانفرنس کی کامیابی کی دعا بھی کی گئی ہے۔ اس قرارداد کا پیام وائسرائے بہادر کے پرائیوٹ سکریٹری کے پاس روانہ کر دی گئی ہے تاکہ انہیں قائدین کے پاس پہنچا دیا جا سکے۔

ہم دیرپا امن قائم کریں گے

سان فرانسسکو کانفرنس کے آخری اجلاس میں صدر ٹرومن کی تقریر

سان فرانسسکو۔ ۲۷ جون۔ صیانت عالم کے منشور پر کل دن کے تین بجے سان فرانسسکو کے وقت کے مطابق دستخط ہو گئے مسٹر ایڈورڈ اسٹیٹنس قائد امریکی وفد نے اپنے نام کو اس منشور کے ساتھ وابستہ کیا۔ یہ دستاویز دس ہزار الفاظ پر مشتمل ہے اس کے بعد صدر ٹرومن نے کانفرنس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ اقوام متحدہ کی یہ منشور جس پر ہم نے دستخط کئے ہیں اس بنیاد کا کام دے گا جس پر ہم ایک بہتر دنیا کو تعمیر کریں گے۔ یہ صحیح ہے کہ یہ منشور امن کی راہ میں صرف پہلا قدم ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ ایک زبردست کامیابی ہے۔ یہ کسی ایک قوم کا کام نہیں ہے بلکہ یہ اس ہاتھ دے اس ہاتھ لے کی حکمت عملی کا نتیجہ ہے۔ سان فرانسسکو میں باہمی تعاون کے سبق کو عملی جامہ پہنایا گیا۔ صدر ٹرومن نے آخر میں کہا: "آپ نے امن و صیانت عالم جی نوع انسان کی ترقی اور دنیا کی ترقی کے لئے ہتھیار بنا دیا ہے کہ اب دنیا کو چاہئے کہ اسے استعمال کرنا سیکھے اگر دنیا میں ناکام رہے تو ہم ان کا حق روا نہ کریں گے جنہوں نے اس مقصد کے لئے اپنی جانیں قربان کیں کہ ہم امن و آزادی میں زندگی بسر کریں۔" صدر ٹرومن نے کہا کہ اقوام کی طاقتیں کتنی ہی بڑی ہوں کیوں نہ ہوں کوئی مضائقہ نہیں البتہ اقوام کو چاہئے کہ امن کے کام کرنے والے بلکہ اس کا فرض یہ ہے کہ وہ دیگر اقوام کی امن کی طرف رہبری کرے۔ صدر ٹرومن

اپنے سامعین سے بیان کیا کہ کوششیں کی جا رہی ہیں کہ اقوام متحدہ کے اتحاد کو اس منشور کا جزو لازمی بنا دیا جائے۔ دنیا کی ہر سمت سے ردعمل اور جبر و تشدد کی قوتیں اس بات کی کوشش کریں گی کہ اقوام متحدہ نہ بننے دیں۔ صدر ٹرومن نے ان الفاظ میں اپنی تقریر ختم کی "ہمیں چاہئے کہ تمام دنیا میں عدل و انصاف کی حکومت قائم کرنے کے اس موقع کو ہاتھ سے جانے نہ دیں اور اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے تحت ایک دیرپا امن قائم کریں۔" سان فرانسسکو کانفرنس کا آخری اجلاس تین گھنٹوں تک جاری رہا جس کا افتتاح صدر ٹرومن کی موجودگی میں ہوا۔ پچاس اقوام کے مندوبین نے منشور پر دستخط کئے۔ لارڈ ہیلی فیکس نے کہا کہ میں فخر کے ساتھ اس منشور پر اپنے دستخط ثبت کرتا ہوں۔ ہم اس کی پوری پوری عزت کرتے ہیں۔ اس توقع کے ساتھ ساتھ آئندہ زمانہ میں قیام امن کا فاتح ہوگا۔ (رائٹر)

پائیدار امن کے شرائط

(بقیہ سلسلہ صفحہ اول)

تحفظ اور معاشی ضروریات میں ہم آہنگی پیدا کی جائے ایک بہترین معاہدہ بھی ردی کے کاغذ سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا تاوقتیکہ اس کے مرتب کرنے والے اس کو روبہ عمل لانے کے لئے مستعد نہ رہیں۔

اعلانات

محکمہ معتمد سرکار عالی صیغہ رسد

مورخہ ۱۰ امرداد ۱۳۵۵ف

نشان (۲۷۹)

بہ نفاذ اختیارات کے جو تحت دفعہ (۳) ضمن (۱) فقرہ (ح) دستور العمل انسداد ذخیرہ بندی و منفع اندوزی بابت ۱۳۵۳ف عالیجناب صدر اعظم بہادر باجلاس باب حکومت حاصل ہیں اعلان محکمہ رسد نشان (۲۱۰) مورخہ ۲۰ اسفندار ۱۳۵۵ف میں ذیل بہ حسب ذیل ترمیم کی جاتی ہے۔

(۱) قیمتوں کی فہرست منسلکہ اعلان مذکور کے حصہ اول میں مد (۱۰) کے بعد حسب ذیل مدات قائم کئے جائیں۔

سلسلہ نشان	صراحت شئے	اکائی	قیمت تھوک فروشی سکہ عثمانیہ فی درجن اکانیاں			قیمت چلر فروشی سکہ عثمانیہ فی عدد		
۱	۲	۳	۴			۵		
			روپیہ	آنہ	پائی	روپیہ	آنہ	پائی
	حصہ اول							
	جامس							
۱۱	اولیو برانڈ اپریکوٹ	۲½ پونڈ کا ڈبہ	۱۷	۷	۳	۱	۱۳	۶
۱۲	گگو برانڈ اپریکوٹ	۲ پونڈ کا ڈبہ	۲۲	۳	۹	۲	۲	۱۰
۱۳	گگو برانڈ چیر	۲ پونڈ کا ڈبہ	۲۰	۱۳	۶	۲	۲	۳
۱۴	گگو برانڈ پیچ	۲ پونڈ کا ڈبہ	۲۲	۵	۱۰	۲	۲	۰
۱۵	گگو برانڈ جمک	۲ پونڈ کا ڈبہ	۲۷	۵	۱۰	۲	۳	۸
۱۶	مرملیڈ	۱½ پونڈ کا ڈبہ	۲۲	۶	۱۰	۱	۱۳	۶
۱۷	گولڈن ویل اینڈ اولیو برانڈ (امارملیڈ)	۲۲ اونس کا ڈبہ	۲۰	۱۳	۳	۲	۲	۴
۱۸	ڈومینین برانڈ (امارملیڈ) کورنگ چاکلیٹس	۲ پونڈ کا ڈبہ	۲۵	۱۱	۰	۲	۹	۰
۱۹	ہم فریز	ایک پونڈ	۳۲	۲	۶	۲	۳	۶
۲۰	نیسلز		۱	۵	۲			
۲۱	ویلسن سلاب چاکلیٹس	فی ڈبہ چھ پونڈ	۱	۱۳	۶			
۲۲	نیسلز	نصف پونڈ سلاب	۱۱	۱۱	۶	۱	۳	۰
		پاؤ	۱۱	۱۱	۶	۰	۹	۱۰
		۲ اونس	۱۱	۱۱	۶	۰	۵	۰
۲۳	ویلسن	فی گروس کا پیاں	۵۰	۱۳	۶	۰	۷	۶
		۴ (فی درجن اکانیاں)	۰	۹	۳	۰	۱۳	۱۰
		نصف پونڈ سلاب	۱۹	۱۳	۹	۱	۱۳	۳
۲۴	کیڈبریز	۲ اونس سلاب (فی کارٹن ۲۰ اکانیاں)	۲۰	۳	۶	۰	۸	۸
		۴ (فی کارٹن ۲۲ اکانیاں)	۲۰	۳	[illegible]	۱	۱	۲
		(فی کارٹن ۱۲ اکانیاں)	۲۰	۳	۶	۲	۲	۳
۲۵	کوکو نیسلز	فی درجن اکانیاں ۱ پونڈ کا ڈبہ	۲۲	۰	۱۰	۲	۲	۱۰
		نصف پونڈ کارٹن	۱۰	۱	۱۰	۱	۲	۲
	نیسلز	پونڈ تھیلی (فی تھیلی)	۹	۱۱	۱۰	۸	۲	۱۰
۲۶	بورن ویٹے	ایک پونڈ کا ڈبہ (فی درجن اکانیاں)	۳۹	۱۳	[illegible]	۴	۲	۲
	سیو مارملیڈ							
۲۷	ڈومینین برانڈ	۲ پونڈ کا ڈبہ	۱۵	۹	۸	۲		
	ٹماٹو ساس							
۲۸	رومہ یلا برانڈ	۱۲ اونس بوتل	۶		۱۰	۲		

(۲) قیمتوں کی فہرست منسلکہ اعلان مذکور کے حصہ دوم میں مد (۳) کے بعد حسب ذیل مدات قائم کئے جائیں

سلسلہ نشان	صراحت شئے	اکائی	روپیہ	آنہ	پائی	روپیہ	آنہ	پائی
۴	کارنیڈ بیف بوٹ ریکس برانڈ	۱۲ اونس کا ڈبہ	۱۲	۳	۰	۱	۳	۸
۵	کیمپ پائی ریکس برانڈ	۱۲ اونس	۱۱	۹	۹	۱	۳	۲
۶	مٹن بیف ریکس برانڈ	۱۲	۱۲	۹	۰	۱	۳	۱۰

۷	بیعت اینڈ وبجٹیبل بکمیں برانڈ	۱۶ اونس کا ڈبہ	۱۶	۳	۱۰	۱	۱۱	—
۸	بیلی کرنیل (اسٹریلین) بیکنگ پوڈر	۲۰ کے پیاکٹس	۵	۱۳	۲	۰	۹	۱۰
۹	جارجی پارجی برانڈ	ایک پونڈ کا ڈبہ	۳۲	۱۵	۳	۲	۱۳	۳
		پاؤ "	۱۰	۱۲	۰	۱	۳	۹
۱۰	رائل برانڈ	ایک "	۴۴	۱	۸	۲	۹	۰۶
۱۱	دلیمن برانڈ	" " ۱۱	۲۶	۰	۶	۳۲	۱۲	۳
۱۲	چیز (چیلیڈ) اسٹریلین	ایک "	۱۹	۱۲	۲	۲	۲	۳
۱۳	کارنیٹا بیعت وتبہ سریل امپریل برانڈ	۱۶ اونس کا ڈبہ	۱۰	۲	۶	۱	۱۲	۳

ٹھوک فروش حقیقی وزن کے لحاظ سے فروخت کریں گے نہ کہ ڈبوں پر درج شدہ وزن کے لحاظ سے۔

منجانب مہتمم رسد

محبوب پریس چار مینار میں طبع ہو کر دفتر ملکت سے شائع ہوا